فون نمبر: ۵۳۴۰۶

جلد ۳۸ — جمعۃ المبارک ۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ — ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء — شمارہ ۴۸

مندرجات

بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے — فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ — ممالک غیر سے ۲۰ پونڈ

تبصرۂ کتب　　ع - ن

سرگذشت نورستان

مرتب : مولانا عبدالرحمن کیلانی
ضخامت : ۱۸×۲۲/۸ = ۲۸۴ صفحات - قیمت درج نہیں
ناشر : مکتبۃ السلام وسن پورہ - لاہور

مولانا عبدالرحمن کیلانی جماعت کے نامور محقق، مصنف اور خطیب ہیں۔ اس سے پہلے مولانا موصوف کے قلم سے بیشتر کتب شائع ہو کر خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ خلافت و جمہوریت، روح، عذابِ قبر اور سماعِ موتیٰ، اسلام میں ضابطۂ تجارت، وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی کتب زیرِ طباعت اور زیرِ قلم ہیں۔ گزشتہ مئی میں مولانا کی قیادت میں ایک وفد نورستان کی سیاحت پر گیا تھا۔ مولانا نے اس سفر کی روداد کو ڈائری کے انداز میں مرتب کر کے زیرِ نظر کتاب شائع فرما دی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ افغانستان میں روسی استعمار اور کابل کی کمیونسٹ حکومتوں کی تاخت و تاراج نے جو شکست و ریخت ۱۹۷۹ء میں شروع کی تھی اور اس اسلامی ملک کو الحادی غلامی میں جکڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے خلاف مجاہدین کا جہاد مسلسل جاری ہے۔ اس جہاد میں نورستان کے مجاہدین نے اپنا علاقہ افغانستان سے الگ کر کے دولتِ انقلابی افغانستان کے نام سے ایک خالص اسلامی ریاست قائم کر رکھی ہے جس کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے۔ کتاب ہذا میں مولانا کیلانی نے سفر کے حالات کے ساتھ نورستان کا جغرافیہ اس کی معیشت و معاشرت اور امیر مملکت مولانا محمد افضل کے نظام حکمرانی پر سیر حاصل معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں نورستان کا تعارف خاصی تفصیل سے آگیا ہے۔ پاکستان کے لوگ افغانستان کے جہاد سے تو واقف ہیں مگر نورستان کے متعلق محض سرسری معلومات رکھتے ہیں۔ اس کتاب سے نورستان کے متعلق بہت سے شکوک و شبہات بھی رفع ہوتے ہیں۔ اور افغانستان سے دیگر مجاہدین و مہاجرین کو جو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے اس کے مقابلے میں نورستان کی صورتِ حال واضح ہوتی ہے۔ اور اس کے خلاف ہونے والے پراپیگنڈے کی بھی قلعی کھلتی ہے۔

ناشرین کو چاہیئے کہ اس کتاب کے زیادہ سے زیادہ نسخے اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں تک پہنچائیں اور حکومتِ پاکستان کے متعلقہ حلقوں میں بھیجیں تاکہ بعض غلط تأثرات یا عدم واقفیت کا ازالہ ہو سکے۔ یہ کتاب ناشر کے علاوہ پوسٹ بکس ۱۰۳ پشاور، مجلس التحقیق الاسلامی ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور اور رحمانی اکیڈمی اردو بازار لاہور سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اعلانِ لاتعلقی

جامعۃ الاثریہ محلہ پرانا یتیم خانہ پوسٹ بکس ۱۸ میانوالی شہر کی انتظامیہ کے نئے انتخاب کے بعد ملک شاہ جہان ہیڈ کلرک ڈسٹرکٹ آر یہ سر سبز بورڈ میانوالی اب جامعۃ الاثریہ میانوالی کے خازن نہیں رہے۔ اب کوئی بھی صاحب زیرِ تعمیر جامعۃ الاثریہ میانوالی شہر کے سلسلے میں ان سے مالی تعاون نہ کرے۔ اب وہ جامعۃ الاثریہ میانوالی کے لیے کسی قسم کی اعانت لینے کے مجاز نہیں ہیں۔ اب مالی تعاون مندرجہ ذیل پتے پر کیا جا سکتا ہے۔

(اکاؤنٹ ۳۶۱۰ - سی - ڈی P.L.S جامع مسجد اہلحدیث میانوالی شہر حبیب بینک مین بازار شاخ میانوالی)

(محمد اسلم نیازی ایم - اے ناظم جامعۃ الاثریہ پوسٹ بکس ۱۸ میانوالی)

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

ٹیلیفون نمبر ـــــ ۵۴۴۰۶

جلد ۳۸ ـــــ شمارہ ۴۸

جمعۃ المبارک

۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء • ۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

۶ر نومبر ۱۹۸۶ء (۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ) کو پاکستان بھر میں "عید میلاد النبیؐ" کے جشن کا اہتمام کیا گیا۔ سرکاری اور نجی عمارتوں پر چراغاں کیا گیا اور بازاروں اور گزرگاہوں کو رنگا رنگ جھنڈیوں اور کاغذی پھولوں اور گجروں سے مزین کیا گیا۔ ملک بھر میں سرکاری تعطیل (حسبِ معمول) منائی گئی۔ اس دن کو "یوم عید" مقرر کرنے کی سند معلوم نہیں کہاں سے لی گئی ہے۔ کیونکہ قرونِ خیر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بعض محققین نے اس کا سراغ لگاتے ہوئے یہ خبر دی ہے، کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ملک مظفر الدین کوکبوری کو اربل کا گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ ۵۸۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس شخص نے ربیع الاوّل میں میلاد کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کی نقل میں دوسرے مقامات پر بھی یہ جشن منایا جانے لگا۔ اور یہی بدعت برصغیر ہند و پاک میں بھی رائج ہو گئی۔ قیامِ پاکستان سے پہلے تو گھروں وغیرہ میں محفلِ میلاد کا انعقاد ہوا کرتا تھا مگر پاکستان میں اس کی اہمیت بڑھتے بڑھتے ملک گیر جشن کی صورت اختیار کر گئی۔ چونکہ ہمارے ہاں حکومت کرنے کا انداز جمہوری ہے۔ لہٰذا حکومتیں عوام کے مذہب کی سرپرستی کر کے اپنی کرسیوں کی حفاظت کرتی چلی آتی ہیں۔ موجودہ حکومت نے بھی اسی "سنتِ سلطانی" پر عمل کرتے ہوئے اس میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لے کر "ہم خرما و ہم ثواب" کی نیت باندھ رکھی ہے اس لئے موجودہ حکومت کو مظفرؔ الدین کوکبوری کا بروز سمجھنا چاہیئے۔ سلطان کوکبوری کے دورِ حکمرانی کے دیگر کارنامے اسی طرح اس کی [illegible] کردہ بدعت نے پسِ پشت ڈال دیے ہیں، جس طرح حجاج بن یوسف کے بہت سے نیکی کے کام اس کے جور و ظلم کے پردے میں چھپ گئے ہیں۔ ہماری حکومت کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ، ان کے شاگردانِ گرامی تابعین و تبع تابعین، نیز مسلّمہ فقہی امامان ذی وقار رحمہم اللہ کے ادوار میں نہیں کیا گیا بلکہ اس کی کسی کو "ایجاد" کا بھی خیال نہیں آیا۔ وہ بعد میں (چھٹی صدی ہجری میں) کس طرح نیکی اور اطاعت و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائے گا۔ جس کو آپ استمرار عطا کر رہے ہیں۔

۱۲ ربیع الاوّل کو قوم نے جس عشق کے والہانہ پن کا ثبوت دیا ہے۔ اس میں ہم نے خود دیکھا ہے کہ بازاروں میں قوالیوں اور نعتوں کی ریکارڈنگ کے ساتھ ساتھ فلمی گانے بھی پورے شور و غوغا سے جاری تھے اور سجی سجائی سٹیجوں پر جو لوگ براجمان تھے ان میں سے اکثریت نے

(باقی صفحہ ۵ پر)

تفسیر سورۃ البقرۃ

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ[۱] بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ[۲] ۝۹۹ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ[۳] فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۰

"اور ہم نے آپ کی طرف ایسی آیات (نشانیاں) بھیجی ہیں جو صاف اور واضح ہیں۔ اس کا انکار صرف فاسق لوگ کر سکتے ہیں۔ کیا جب کبھی یہ لوگ قول و قرار کریں گے تو ان میں سے ایک گروپ اسے (پسِ پشت) پھینک دے گا۔ بلکہ ان کی اکثریت ایمان نہیں رکھتی۔"

---

۱ آیٰتٍ: آیتیں، نشانیاں اور معجزے: ابن صوریا یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمدؐ! تمہاری جو نشانیاں ہم کو معلوم تھیں، ان میں سے کوئی بھی علامت تم میں نہیں پائی جاتی۔ اور نہ اللہ پاک نے تمہارے نبی ہونے کی کوئی دلیل بیان کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دیکھنے والوں کے لئے تو تمہارے نبی ہونے کی بے شمار دلیلیں موجود ہیں اور قرآن کا معجزہ تو تا یوم القیمۃ باقی و ظاہر رہے گا۔ کوئی اندھا ہی بن جائے تو اس کا کچھ علاج نہیں ہے۔"

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ ترجمہ اور تفسیر یوں کرتے ہیں۔

"اور مقرر اتاریں ہم نے تیری طرف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیتیں روشن یعنی قرآن اور معجزے اور منکر نہ ہوگا کوئی ان آدمیوں سے مگر بدکار جو حکم سے باہر ہووے۔ یعنی ان آیتوں کو سب مانیں گے اور بدکار نہیں مانیں گے۔" (موضح القرآن)

۲ الفٰسقون: بدکار، حد سے تجاوز کرنے والے: قرآن حکیم نے منکرین قرآن اور منکرین حق کے انکار پر لاجواب اور حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے کہ جہاں تک آیاتِ قرآنیہ یا معجزات کا تعلق ہے وہ اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ ان کی تفہیم کے لئے کسی دوسری مشعل کی ضرورت نہیں ہے لیکن اصل مرض آیات یا معجزات کا اخفا نہیں ہے بلکہ یہ سارا فتور ان کے سینے کے اندر کے نفس کا ہے کہ وہ ان کو قبول نہیں کرتا۔ ہر دور میں ہی نفس نے راہِ حق میں بریکیں لگائی ہیں۔ اور لگا رہا ہے۔ جب نفس کی نفسانی خواہشات پر زد پڑتی ہے، حق کی اطاعت سے انکار کر دیتا ہے جس کے سامنے عموماً انسان ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک آسمان کے نیچے نفس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹا معبود نہیں ہے جس کی (اتنی) پیروی کی جاتی ہو۔ ما تحت ظل السماء من اله يعبد اعظم عند الله من هوى متبع - رواه الطبرانی وابن ابی عاصم فی کتاب السنة (الترغیب والترهیب من ترک السنة)

شیخ الہند لکھتے ہیں:

"یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس کے لئے مشکل ہے اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری

کسی کی بری لگتی ہے ۔ جو لوگ بے حکم ہیں وہ ان سے انکار کرتے ہیں ۔ انتہیٰ ۔ شیخ الہند رحمہ ۔

۳۔ نَبَذَ فَرِیقٌ : ایک گروپ نے اسے پھینکدیا ؛ یہ سیاست بہت پرانی ہے کہ جب کوئی معاہدہ طے پا جائے اور وہ بعد میں ان کے لیے قابلِ قبول نہ رہے تو ان میں سے ایک گروپ اُٹھ کر اس معاہدہ کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے اور معاہدہ کرنے والوں کو جلی کٹی سُنا کر لوگوں پر ان کی مجبوری اور معذرت بھی ظاہر کر دیتا ہے ۔ یہ بات صرف سیاسی سطح تک محدود نہیں ہے ۔ ہم نے یہ افراد میں بھی چالو دیکھی ہے ۔ ذاتی طور پر مجھے معلوم ہے کہ ایک منڈی میں ایک شخص نے کوئی سودا کیا ۔ بعد میں ان کو پسند نہ آیا تو بیٹے کے اس سودے کے بعد باپ آگے بڑھا اور بیٹے کو گاہکوں کے سامنے گالیاں دینا شروع کر دیں تاکہ سودا بھی فسخ ہو جائے اور بیٹے کی معذوری بھی واضح ہو جائے ۔

خدا سے نہ ڈرنے والوں نے بالکل اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی کیا ، کرتے رہے اور بالکل نہ شرمائے ! ـــ جب مفادِ عاجلہ اور چودھراہٹ کے لئے انسان اندھا ہو جاتا ہے تو وہ اس قسم کا معاملہ خدا اور اس کے رسول سے کرتے ہوئے بھی کبھی نہیں شرماتے ۔

فرمایا : معاہدہ کی بس باتیں ہوتی ہیں ۔ دل میں ان کے ماننے اور احترام والی بات نہیں ہوتی ، اس لئے فرمایا ،
اَکْثَرُهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

بقیہ • اداریہ

کوئی نماز ادا نہیں کی ۔ یہ لوگ محبتِ رسولؐ کے اظہار میں سنتِ رسولؐ کی صریحاً خلاف ورزی کر رہے تھے ۔ باجے گاجے جن کو حضورؐ نے سختی سے منع فرمایا ہے بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں انہیں توڑنے کے لئے آیا ہوں ۔ ان کی گرم بازاری سب سے زیادہ تھی ۔ ہم اپنے بریلوی بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس لہو ولعب سے محبتِ رسولؐ کے تمام تقاضے پورے ہو گئے ہیں ؟ کیا محض زبان سے یا بے جا اسرافِ زر سے اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی کا حصول بایں انداز سنتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہے ؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۔

ہم اپنی حکومت سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ عوام کی خوشنودی کی بجائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو ملحوظ خاطر رکھے اور جو کام کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں ان کی حوصلہ شکنی کرے ۔ اگر وہ بدعت کو روکنے کی اہل نہیں (اور یقیناً نہیں) تو خود کو اس میں ملوث نہ کرے اور ہر فکر وعمل کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے حاصل کرے ؎

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

تحریر شیخ عمر فاروق۔ لاہور

حسنِ آداب

عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔

(رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان)

"ایوب بن موسےٰ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی والد نے اپنے نورِ نظر کو اس سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں دیا کہ اُسے حسنِ آداب سے آراستہ کرے"

جس طرح پودا لگانے کے بعد باغبان اُس کی نگہداشت کرتا ہے۔ سردی اور گرمی سے اُسے بچاتا ہے۔ وقت پر اُسے پانی دیتا ہے۔ کیاری میں کھاد ڈالتا ہے۔ دھیرے دھیرے وہ پودا پھلتا پھولتا ہے، یہاں تک کہ وہ تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اُس کی ٹھنڈی چھاؤں اور رسیلے پھلوں سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کی نگرانی کی جاتی ہے۔ انہیں آدابِ زندگی سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ زیورِ علم اور حسنِ اخلاق سے اُن کی زندگیاں سنورتی اور نکھرتی ہیں۔ پروان چڑھ کر میدانِ زندگی میں وہ اسلام کے سچے خادم، والدین کے فرمانبردار، انسانیت کے ہمدرد اور معاشرہ کے بہترین رکن ثابت ہوتے ہیں۔

دراصل گھر بچوں کی تربیت کی پہلی درس گاہ ہے۔ والدین کی نیک عادات اور پاکیزہ گفتگو ننھے سے ذہن و فکر پر گہری چھاپ لگاتے ہیں۔ بچے کی قوتِ مشاہدہ بڑی مضبوط ہوتی ہے، وہ کسی بات کی نقل اتارنے میں بھی بڑا تیز ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ والدین کی اچھی گفتگو اور اعمالِ صالحہ کے نتائج بچے کے لئے مفید ثابت ہوں گے جب کہ بُری گفتگو اور غلط عادتیں اُسے بگاڑ دیں گی۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ جب تک آپ خود بچوں کے سامنے اچھا نمونہ پیش نہیں کریں گے صرف پند و نصیحت کا دروازہ کھولے رکھنے سے یہ توقع کرنا فضول ہوگا کہ اس سے مطلوبہ نتیجہ ظہور میں آئے۔

محاسنِ اخلاق کی تعلیم میں نرمی اور ملاطفت کا اصول پیشِ نظر رہنا چاہیئے لیکن کہیں زجر و توبیخ کی ضرورت بھی پڑ ہی جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تمہارے بچے سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب نو برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو سزا دے کر پڑھاؤ۔ والدین اگر خود نماز کے عادی نہیں ہیں تو ایسی تبلیغ بھلا کیسے مؤثر ہو سکتی ہے۔ والد اگر اپنے نورِ نظر کو اپنے ساتھ چار پانچ برس کی عمر سے مسجد میں لیجانا شروع کر دے تو امید کی جا سکتی ہے کہ سات برس تک وہ اچھا نمازی بن جائے گا۔

گھر میں میاں بیوی کی شکر رنجیاں اور تلخیاں بچوں پر بُرے اثرات چھوڑتی ہیں اور ان کی تربیت میں زبردست خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس صورتِ حال سے صرف عام گھرانے بلکہ پڑھے لکھے گھرانے بھی دوچار ہیں۔ ضرورت ہے کہ میاں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے اور بیوی بھی قناعت پسندی و وفاداری کا ثبوت دے۔

بچوں کی تربیت میں گھر بار کے بعد گلی کوچے کا [illegible] آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ گلی کوچوں میں کھیلنے والے بچے ماں [illegible]

کی تربیت لے کر ہی باہر نکلتے ہیں۔ چونکہ ہمارے یہاں زیادہ تر گھریلو ماحول پاکیزہ نہیں ہیں۔ اس لیے باہر کی فضا بھی مکدّر نظر آتی ہے۔ جن گھروں کے بچے اچھی عادات لے کر نکلتے ہیں وہ بھی باہر کی مسموم فضا سے اثر قبول کئے بغیر نہیں رہتے، اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے کہ آپ شہروں کے گلی کوچوں میں گذریں تو اچھے اچھے شرفاء کے بچے بھی مغلظات بکتے نظر آتے ہیں۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کاش کہ والدین اس بات پر سنجیدگی سے غور کریں۔

اس کے بعد بچے کو مکتب اور مدرسہ کا ماحول میسر آتا ہے۔ نوخیز نسل کی تعلیم و تربیت کا وہاں بھی کوئی مضبوط نظام قائم ہو تو پھر بھی ان شاہین بچوں کی زندگی میں انقلاب آسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے یہاں نہ مضبوط تعلیم رہی۔ اور نہ پاکیزہ تربیت، سکول و کالج ہوں یا دینی درس گاہیں، تربیتی نظام سے یکسر خالی نظر آتی ہیں۔ بقول علامہ اقبال ؒ

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

انگریز کا چھوڑا ہوا نظامِ تعلیم ابھی تک ہم نے سینے سے لگایا ہوا ہے۔ اس شاطر نے دینی اور دنیاوی تعلیم کو الگ الگ کر دیا تھا دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والوں کو سرکاری ملازمتیں ملتی اور دینی درسگاہوں سے فارغ ہونیوالے مکتب و مسجد کے ہو رہتے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت کی کلیدی آسامیاں آج تک ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جن کو دین سے کوئی محبت نہیں ہے اور اسلامی نظام کو لانے میں سنگِ راہ ہیں۔ دراں حالانکہ عہدِ مغلیہ میں نظامِ تعلیم کی یکسانی تھی اور طالب علم دینی و دنیاوی علوم سے لیس ہو کر میدانِ زندگی میں قدم رکھتا تھا۔

بحیثیت والدہ ہونے کے میری تمنا ہے کہ میں اپنے نورِ نظر کو بہترین تعلیم و تربیت سے آراستہ کروں لیکن انتہائی دکھ اور تکلیف سے یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ پاکستان کے طول و عرض میں کوئی ایسی درس گاہ موجود نہیں ہے کہ جہاں سے دینی و دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہو کر نیز اخلاقی و تربیتی خوبیوں سے آراستہ ہو کر برخوردار عملی زندگی میں قدم رکھ سکے۔

پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے چالیس برس ہونے کو ہیں، سیاست دان اقتدار کے حصول کے لیئے جنگ لڑتے رہتے ہیں، علماء آپس میں پھوٹ ڈالے ہوئے ہیں۔ اسلام جس کے متعلق جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لیلھا کنہارھا کہ اس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ علماء کو خواہشاتِ نفسانی اس حقیقت کے جاننے کے باوجود آڑے آرہی ہیں، اس رسہ کشی اور اقتدار کی جنگ میں غریب عوام پس رہے ہیں۔ اخلاقی اور تعلیمی قدریں گم ہو رہی ہیں، ادھر ذرائع نشر و ابلاغ۔ ریڈیو۔ ٹی وی کے پروگرام اور غلط قسم کے ناول اور ڈائجسٹ کی بھرمار بھی محلِ نظر ہے جس سے بچوں کی تربیت بڑی متاثر ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں صراطِ مستقیم کی راہنمائی فرمائے۔ آمین۔

۱۔ مولود کا نام رکھنا ـــــ ۲۔ تقسیمِ ترکہ
۳۔ مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا نکاحِ ثانی

۱۔ نومولود کا نام رکھنا

(ا) لڑکوں کے نام رکھنے کے بارے میں تو شرعی ہدایات موجود ہیں کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔ کیا لڑکیوں کے بارے میں کوئی ایسی ہدایات (مطابق حدیث قولی وتقریری) موجود ہیں یا انہیں لڑکوں پر قیاس کرکے ان کے لئے بہترین نام امت اللہ اور امت الرحمٰن سمجھے جائیں؟

مندرجہ بالا حدیث سنداً کیسی ہے؟ اور اس کا زمانہ کونسا ہے؟ یعنی کیا یہی ہمارے لئے آخری قابلِ عمل ہدایت ہے؟ یا لڑکیوں کے نام رکھنے کے بارے میں ہمارے لئے سنّت فاطمہ۔ زینب وغیرہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے نام) ہیں۔؟

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بیٹے کا نام عبد اللہ تھا؟ یا یہ امتیاز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا۔ یا عبد اللہ، عبد الرحمان کی ہدایت بعد میں نازل ہوئی؟۔

(ج) کئی گھرانوں میں اولاد کا نام دادا۔ دادی ہی رکھتے ہیں۔ کئی گھرانوں میں والد رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت کی کوئی راہنمائی ملتی ہے کہ نام رکھنے کا کس کو زیادہ حق ہے؟ خصوصاً جب باپ بھی ذاتی پسند، ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر مندرجہ بالا خطوط پر سو فیصد شریعت کے مطابق ہی نام رکھنا چاہتا ہو۔ اس ضمن میں دادا۔ دادی کی طرف سے مشورہ کے نام پر یہ کہتے ہوئے اس کی مخالفت کرنا کیسا ہے کہ ہمارا بھی اس کے نام رکھنے میں حق ہے۔ ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ اور بات نہیں مانی گئی۔

(اللہ کا ایک بندہ)

الجواب

(مولانا حافظ صلاح الدین یوسف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ا) نام رکھنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات دی ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا۔ اَحْسِنُوا اَسْمَائَکُمْ

"اپنے نام اچھے رکھو"

دوسری روایت میں فرمایا تسموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ، وعبد الرحمٰن (تحفۃ المودود ص۶۶) "نبیوں کے ناموں پر نام رکھو اور اللہ کو سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں"

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

- نام معنوی لحاظ سے اچھے ہوں، بُرے مفہوم کے حامل نہ ہوں۔
- انبیاء وصالحین کے ناموں پر نام رکھنے کا بھی حکم ہے۔

عبد اللہ اور عبد الرحمٰن (اور اسی طرح دیگر وہ نام جن میں اللہ کی طرف نسبت ہو، مثلاً عبد الجبار، عبد الشکور وغیرہ وغیرہ) اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ نام رکھنے میں تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی

ہے۔ تاہم آخری صورت زیادہ پسندیدہ ہے۔

لڑکیوں کے ناموں کے بارے میں بالخصوص کوئی صراحت راقم کے علم میں نہیں۔ اس لیے لڑکیوں کے نام رکھنے میں بھی مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہی اختیار کرنی چاہیئے۔ تاہم اس میں بھی تیسری صورت عبداللہ اور عبدالرحمٰن پر قیاس کرتے ہوئے زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔ یعنی آمۃ اللہ، آمۃ الرحمٰن وغیرہ

(ب) عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صاحبزادے کا نام نہیں تھا، آپؐ نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ـــ ابراہیم ـــ رکھا تھا۔ ع

وللناس فیما یعشقون مذاہب

یہ تعیین تو بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبداللہ وعبدالرحمٰن، فرمانِ نبویؐ ـــ ابراہیم صاحبزادۂ رسولؐ ـــ کی ولادت سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟ بہرحال جب انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے تو اسے بھی بلا ادنیٰ تامل اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(ج) نام رکھنے کا حق کس کو زیادہ ہے؟ اس بارے میں بھی کوئی نص تو راقم کے علم میں نہیں ہے تاہم ایک موٹی سی بات ہے کہ اولاد کے معاملے میں سب سے زیادہ ذمے دار باپ ہے۔ لہٰذا ہر معاملے میں اس کا حق بھی سب سے فائق ہوگا، امام ابن قیمؒ نے "تحفۃ المودود باحکام المولود" (ص ۹) میں ایک فصل کا عنوان یہ بھی رکھا ہے ان التسمیۃ حق للاب لا للام (نام رکھنا باپ کا حق ہے نہ کہ ماں کا) پھر اس کے تحت لکھا ہے ھذا مما لا نزاع فیہ بین الناس (یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں لوگوں کے درمیان کوئی نزاع نہیں) جب باپ کے مقابلے میں ماں کو بھی نام رکھنے کا حق نہیں ہے تو دادا، دادی کا حق باپ سے بھی فائق کیوں کر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ باپ اسلامی ہدایات کی روشنی میں زیادہ پسندیدہ نام رکھنا چاہتا ہو تو پھر دادا، دادی کو اپنے پسندیدہ نام رکھنے پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔ تاہم باپ کو بھی شریعت اسلامیہ نے والدین (بچے کے دادا، دادی) کی اطاعت کا جو حکم دیا ہے اور اس کی سخت تاکید کی ہے، اس کے تقاضوں کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے اس لحاظ سے باپ کے لئے بھی دادا، دادی کے جذبات کو بلاوجہ نظر انداز کر دینا صحیح نہیں ہوگا۔ بنا بریں اس مسئلے میں افہام و تفہیم کی ضرورت ہے تاکہ دونوں کے حقوق میں تصادم نہ رہے۔

(حافظ صلاح الدین یوسف رفیق المجلس العلمی دار الدعوۃ السلفیہ لاہور)

۲۔ تقسیم ترکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

س۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں ایک شخص فوت ہو گیا، مندرجہ ذیل ورثا چھوڑے ہیں۔ بیوی، والدہ، دو بیٹیاں، بھائی تین، بہنیں دو، شرعاً وراثت کیسے تقسیم ہوگی۔ بینوا توجروا عند اللہ

(ایک سائل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب (از مولانا محمد زکریا مدرسہ اہلحدیث میاں صاحب کراچی)

اصل مسئلہ چوبیس ۲۴ سے ہوگا۔ ثمن بیوی کا جو کہ تین۔ سدس والدہ کا جو کہ چار ہے۔ ثلثان بیٹیوں کا جو کہ سولہ ہے باقی ایک حصہ بھائیوں اور بہنوں کے مابین بطور عصبہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا۔ چونکہ ایک حصہ بھائیوں اور بہنوں کے درمیان برابر نہیں تقسیم ہوتا۔ لہٰذا مسئلہ میں کسرہ ہو۔ سہام اور عدد رؤس میں تباین ہے۔ عدد رؤس جو کہ آٹھ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جو کہ چوبیس ہے کل ایک صد بانوے ۱۹۲ حصے ہوئے

۲۴ × ۸ = ۱۹۲

بیوی ـ والدہ ـ بیٹیاں ۲ ـ بھائی ۳ ـ بہنیں ۲

۲۴/۳ ـ ۳۲/۴ ـ ۱۲۸/۱۶ ـ ۸/۱

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

تصدیق: مولانا حافظ محمد اسحاق صدر مدرسہ دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور

۳۔ مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا نکاح ثانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا نکاح محمد ابراہیم ولد علی گوہر قوم کھوکھر فیصل آباد سے ۱۹۸۱ء کو ہوا۔ اور پہلی رخصتی کے بعد دوبارہ لینے نہ آیا۔ چند دن بعد معلوم ہوا کہ وہ کسی عورت کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ جس کا ایک سال تک کچھ علم نہ ہوا۔ ایک سال بعد معلوم افواہ سنی گئی۔ لیکن پھر بھی کہیں نہیں ملا۔ پھر کچھ عرصہ بعد کسی آدمی کے ذریعے اس نے پیغام بھیجا کہ میں اپنی منکوحہ سکینہ دختر نبی احمد کو نہ طلاق دوں گا اور نہ ہی اپنے پاس رکھوں گا اور تقریباً میرے نکاح کو پانچ سال سے اوپر ہو گئے ہیں۔ عدالت میں آٹھ نو ماہ قبل مقدمہ درج کرایا ہے۔ میں نے عدالت کے ذریعہ تین ۳ دفعہ سمن بھی جاری کرائے۔ لیکن وہ حاضر نہیں ہوا۔ میں جوان عورت ہوں۔ اپنا گھر بسانے کے لئے دوسری شادی کی خواہش مند ہوں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں فرمائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں اس بات پر حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی میرے لواحقین میں سے کسی کو علم ہے اور نہ ہی اس کے عزیز و اقارب کو علم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ اور جو کہ عورت کو نکال کر لے گیا ہے وہ کہتے ہیں اگر ہمیں مل جائے تو ہم قتل کر دیں گے۔

سکینہ بی بی دختر نبی احمد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم علیٰ اولہ وآخرہ

الجواب بشرط صحت سوال (از مولانا عبد السلام کیلانی ـ لاہور)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف المرسلین وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔ اما بعد

صورت مسئولہ میں چند ایک نکات قابل غور ہیں۔

۱۔ خاوند کا کسی دوسری عورت کا اغوا کر لینا جس کے لواحقین اُسے قتل کرنے کے درپے ہیں۔

۲۔ خاوند کا یہ کہنا کہ نہ تو طلاق دوں گا اور نہ ہی آباد کروں گا۔

۳۔ اسے قتل کرنے کے درپے لوگ، حکومت کے ہرکارے اور بیوی کے رشتہ دار اور خاوند کے رشتہ دار سب اس کی تلاش سے عاجز ہیں اور وہ نہیں مل رہا۔

یہ ہر سہ نکات یہ نتیجہ دیتے ہیں کہ وہ کبھی دوبارہ آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور اگر آ بھی گیا تو بھی اس بیوی سے وہ باغی ہے اسے بسانے کی نیت نہیں ہے۔

۱۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف کہ رکھو معروف طریقہ پر یا چھوڑ دو معروف طریقے پر۔ سورت البقرہ آیت ۲۳۱

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

فامساك بمعروف او تسریح باحسان

آیت نمبر ۲۲۹ سورۃ بقرہ۔ "کہ رکھنا معروف طریقہ پر یا چھوڑنا احسان پر"

یہ شخص اپنی بیوی کے حقوق غصب کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے تسریح باحسان پر عمل کرنا چاہیئے تھا چونکہ وہ اس سے بھی انکاری ہے اور کسی طرح نہ مل رہا ہے نہ اس کی خبر مل رہی ہے اس لیے حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کی طرف سے طلاق کا فیصلہ کر دے۔

۲۔ اگر اسے مفقود الخبر کے حکم میں رکھا جائے تو بھی حکومت کا فرض ہے کہ اتنی مدت کے بعد جدائی کا قطعی فیصلہ

صادر کر دے۔

ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے کہ مفقود کی بیوی چار سال انتظار کرے اور اس کے بعد چار ماہ دس روز عدت بیٹھے۔ اسی کتاب کی ایک روایت میں یہ ہے کہ چند سال کے انتظار کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کے ولی کو بلایا جائے تو وہ اس کی طرف سے طلاق دے۔ اور چونکہ صورت مسؤلہ میں سائلہ کے مطابق خاوند کا باپ فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے اب اس طلاق کا فیصلہ بھی عدالت ہی کرے گی۔ (ابن ابی شیبۃ ج ۴/۲ ص ۲۳۷)

۳- بخاری شریف ج ۲ ص ۷۹۰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ابنۃ الجون" کو طلاق دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ "الحقی باھلک" "اپنے گھر چلی جا"

تو معلوم ہوا کہ طلاق کے لئے لفظ طلاق شرط نہیں ہے بلکہ جس عمل اور لفظ سے یہ مفہوم ادا ہو جائے طلاق ہو جاتی ہے چونکہ اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں نہ بساؤں گا اور نہ طلاق دوں گا گویا وہ لفظ طلاق کے استعمال سے پرہیز کر کے فائدہ اٹھا رہا ہے حالانکہ نکاح کا معنی بسانا ہی ہوتا ہے۔ گویا بسانے سے انکار بھی، نکاح سے ہی انکار ہے، اور اس کا عمل اس کی تائید کر رہا ہے۔ اس طرح بھی یہ نکاح ثابت نہیں رہا۔ بلکہ طلاق واقع ہو چکی ہے۔ خواہ لفظ طلاق سے وہ اجتناب ہی کر رہا ہے۔

اس لیے عدالت یا متعلقہ افسران کا فرض ہے کہ اس کی طلاق کا اعلان کر دیں اور سائلہ کو عدت چار ماہ دس روز (ابعد الاجلین) کے بعد از سر نو باجازت ولی نکاح کی اجازت دے دیں۔
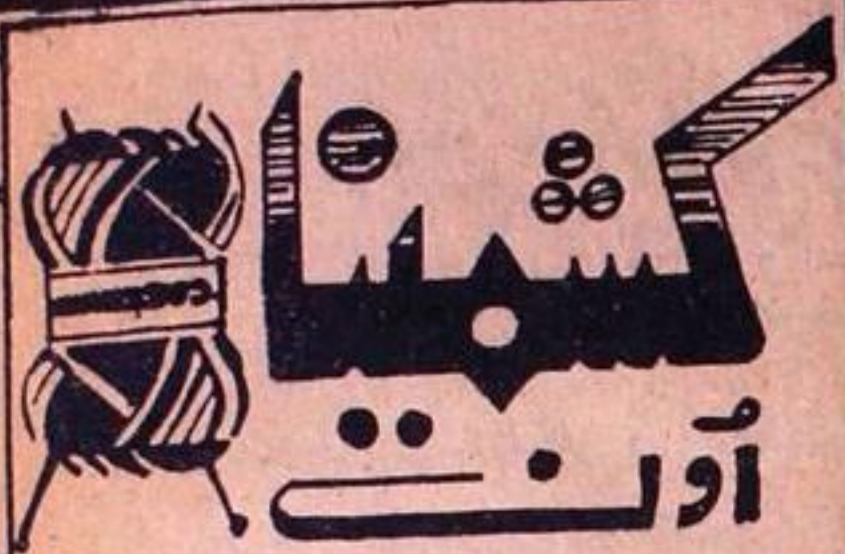
ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

تصدیق: مولانا محمد عبداللہ خاں عفیف ۲ محرم ۱۴۰۷ھ مبعوث دارالافتاء الریاض ۱۳۴۹

تحقیق وتنقید

حافظ محمد ایوب
پروفیسر محمد یحییٰ

امام محمدؐ بن مسلم بن شہاب الزہریؒ اور اُن کا علمی مقام

اس وقت ہمارے سامنے مجلہ "تدبر" کا شمارہ جولائی ۱۹۸۶ء ہے جس میں تذکرہ وتبصرہ کے صفحات میں حکیم نیاز احمد کی کتاب جوکہ واقعہ افک کے بارے میں ہے۔ اس پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ تبصرہ نگار کے بقول یہ کتاب سوا چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے ہم نے ابھی تک پڑھا نہیں لیکن تبصرہ پڑھنے کے بعد مصنّف اور کتاب کے مزاج سے بخوبی واقفیت ہوئی۔ حکیم صاحب کی حکمت و دانائی کی تان یہاں پر ٹوٹتی ہے کہ یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا ہی نہیں بلکہ امام زہریؒ کا طبع زاد افسانہ ہے۔ جسے انہوں نے دوسری صدی ہجری میں وضع کیا اور اپنے شاگردوں میں پھیلایا۔

نعوذ باللہ مصنف کے نزدیک امام زہری ایک ذوالوجہین شخصیت ہیں۔ اوران کے والد زندگی بھر علویوں کی حمائت میں امویوں کے ساتھ ہر میدان میں نبرد آزما رہے۔ اور شیعیت کی محبت زہریؒ کو ورثہ میں ملی ہے۔ اور انہوں نے شیخین اور حضرت عائشہؓ کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور زہریؒ کو اسماء الرجال کی کتابوں میں مدلّس، مدرج اور مرسل لکھا گیا ہے۔ اس روایت کے بعد روائت پر فنی اور عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور اعتراضات کی بھرمار کر دی گئی ہے۔

وہ اعتراضات کیا ہیں اور ان کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے؟ یہ وہ موضوعات ہیں جن پر مستقل مضمون لکھا جائیگا۔ اس وقت ہمارے سامنے امام زہریؒ کی شخصیت ان کا علم، تقویٰ اور ان پر یہ اعتراض کہ وہ وضّاع ہیں۔ ہمارے پیش نظر ہیں۔ موصوف نے صرف زہریؒ کو ہی زہر افشانی کا نشانہ نہیں بنایا۔ بلکہ ایک تیر سے دو شکار کرتے ہوئے امام بخاریؒ اور ان کی جلیل القدر کتاب الصحیح البخاری جسے اُمتِ مسلمہ کے ہاں اصح الکتب بعد کتاب اللہ، کا درجہ حاصل ہے۔ اسے بھی اپنی ذہنی کجی اور فکری بے راہروی کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک تیر سے دو شکار کرتے ہوئے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام زہریؒ وضّاع تھے۔ اور ایسی غیر ثقہ روایات امام بخاریؒ نے بخاری میں درج کرکے یہ ثبوت دیا ہے کہ امام بخاریؒ اور ان کی کتاب وہ بھی قابل اعتماد نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انکارِ حدیث کی تاریخ اگر آپ پڑھ کر دیکھیں تو صاف ظاہر ہوگا کہ اسلام کے ابتدائی ایام میں انکارِ حدیث کے اسباب کچھ اور تھے۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ اور حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ انکار کے طور طریقے بھی بدلتے گئے اور ان میں سے اس جدید دور میں ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو صحابی یا تابعی کثیر الروایات ہے، اسے وضّاع، سوءِ حفظ میں مبتلا اور عدالت و ثقاہت میں کمزور ثابت کیا جائے۔ یعنی جو روایات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اسے بند کر دیا جائے۔ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"

جس طرح کے الزامات حکیم صاحب نے امام زہریؒ پر لگائے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہودی مستشرقین خصوصاً گولڈ زیہر سے پہلے یہ جرأت کسی کو نہیں ہوئی۔ مشرقی

محققین کی ایسی جماعت خواہ وہ پاکستان میں ہو یا دوسرے بلاد اسلامیہ میں، کتاب و سنت پر تحقیق کے نام پر تیشہ چلا رہی ہے۔ اور اس صاف و شفاف آبِ حیات کو گدلا کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یقیناً ان کی نسبت یہودی مستشرقین سے ملتی اور انہی سے فیض یاب ہوئی ہے۔ ان صفحات کے مطالعہ کے بعد آپ حضرات امام زہریؒ کے علم، تاریخ اسلام میں ان کا مقام، ان کی ثقاہت اور علم حدیث میں ان کی وسعت، ہم عصر اصحابِ سیر اور مؤرخین کی آراء نیز محدثین کرام کے گروہ میں آپ کا صحیح مقام اور مرتبہ کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے۔

امام زہریؒ کا سلسلہ نسب

امام زہریؒ کا نام محمد بن مسلم زہریؒ اور کنیت ابوبکر ہے[1]۔ خاندان قریش میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری ہے[2]

پیدائش

ان کا سن ولادت ۵۱ھ یا بعض مؤرخین نے ۵۰ھ لکھا ہے[3]

خاندان

آپ کے والد مسلم بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ بنو امیہ کے خلاف لڑائیوں میں شریک ہوئے ہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی۔ زہری اس وقت بچے تھے۔ والد نے کوئی مال و متاع نہیں چھوڑا تھا۔ اس لئے آپ کی ابتدائی زندگی فقر و فاقہ ہی میں گزری۔ سوائے ایک بڑے بھائی کے آپ کی کفالت کرنے

---

[1] کتاب الطبقات ۱/۲۶۱، وفیات الاعیان ۴/۱۷۷

[2] سیر الاعلام النبلاء ۵/۳۲۶

[3] ایضاً

والا کوئی نہ تھا[1] آپ کا پردادا عبداللہ بن شہاب غزوہ بدر اور احد میں مشرکوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہوا۔ زہری سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا پردادا غزوہ بدر میں تھا؟ تو انہوں نے کہا ہاں! وہ دوسری جانب یعنی مشرکین قریش کی صفوں میں موجود تھا۔ آپ کے والد حضرت مصعب بن زبیرؓ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

الاستیعاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنگ احد میں رسول کریم کا چہرہ مبارک زخمی کرنے والا زہریؒ کا پرنانا عبداللہ تھا جو بعد میں مشرف باسلام ہو کر زمرہ صحابہ میں داخل ہوئے[2] امام زہریؒ کی زندگی عبدالملک بن مروان، ہشام بن عبدالملک کے ساتھ گزری ہے[3]

حصولِ علم

سب سے پہلے زہریؒ نے قرآن مجید حفظ کرنے کی طرف توجہ دی۔ ان کے چچازاد بھائی کا بیان ہے کہ زہریؒ نے صرف ۸۰ دن میں مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن ثعلب کے پاس جانا شروع کیا۔ اور اپنی قوم کے نسب کا علم حاصل کیا[4] انساب کا علم حاصل کرنے کے بعد زہریؒ حصولِ علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت کے جید علماء یعنی صحابہ کرام اور تابعین سے استفادہ کیا۔ جن میں سے حضرت انسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ،

---

[1] اسلام میں سنت و حدیث کا مقام (اردو) ۲/۱۹۴

[2] الاستیعاب فی معرفۃ الصحابہ ۱/۳۸۶، اصابہ ۴/۸۵

[3] وفیات الاعیان ۴/۱۷۸

[4] اسلام میں سنت و حدیث کا مقام ۲/۱۹۴۔ سیر اعلام النبلاء ۵/۳۳۳ تذکرۃ الحفاظ ۱/۴

اور تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؒ، ابو بکر بن عبد الرحمنؒ جیسے عظیم تابعین سے علم حاصل کیا۔[1]

امام مدینہ۔ محدث اعظم حضرت سعید بن المسیبؒ کے حلقہ درس میں تقریباً آٹھ سال تک حاضر ہوتے رہے۔[2]

امام زہریؒ نے حصولِ علم کے لئے متعدد مرتبہ مدینہ منورہ سے شام کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں میں پینتیس چھتیس سال تک شام والوں کی حدیثیں حجاز والوں کے پاس اور حجاز والوں کی حدیثیں شام والوں کے پاس پہنچاتا رہا۔ اس عرصہ میں مجھے کوئی ایسا محدث نہیں ملا، جس نے مجھے کوئی ایسی نئی حدیث بتائی ہو جس کا مجھے پہلے سے علم نہ ہو۔[3] بعض مؤرخین نے یہ عرصہ پینتالیس سال لکھا ہے۔[4] اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ نے حصولِ علم کے لئے کتنی محنت اور مشقت اٹھائی۔

پہلی مرتبہ جب آپ شام تشریف لے گئے تو قبیصہ بن ذوئبؒ کی معرفت عبد الملک بن مروان سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ عبد الملک نے آپ سے مختلف سوالات کرنے کے بعد پوچھا کہ آپ کا ایسی عورت کے بارے میں کیا خیال ہے، جو مرنے کے بعد اپنا خاوند اور والدین چھوڑتی ہے یعنی اس کا ترکہ اس کے وارثین میں کس طرح تقسیم ہوگا۔ میں نے کہا خاوند کے لئے آدھا، ماں کے لئے چھٹا حصہ اور باپ کے لئے باقی تمام حصہ، اس پر عبد الملک نے مجھ سے دلیل کے طور پر

[1] اسلام میں سنت و حدیث کا مقام ۲/۱۹۲

[2] سیر اعلام النبلاء ۵/۳۲۷

[3] اسلام میں سنت و حدیث کا مقام ۲/۲۰۲

[4] کتاب المعرفۃ والتاریخ ۱/۶۳۶

حدیث طلب کی تو میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ کی سند سے حضرت عمرؓ کا فیصلہ امہات الاولاد کے بارے میں بیان کر دیا۔ تو عبد الملک کہنے لگا۔ سعیدؒ نے مجھ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے لیکن تو نے بات تو درست کی ہے لیکن الفاظ میں غلطی کر گئے ہو۔ اور کہا انما لامها ثلث ما بقی ولابیھا ما بقی یعنی جو باقی بچے اس میں سے ماں کا تیسرا حصہ اور باقی کا باپ کو ملے گا۔[5]

پھر عبد الملک نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کن کن حضرات سے طلب علم کے لئے ملے تو میں نے جواب میں قریش میں سے ان لوگوں کے نام گنوائے جن سے میں نے استفادہ کیا تھا تو عبد الملک کہنے لگا تو نے انصار کو کیوں چھوڑ دیا۔ ان کے پاس تو بہت علم پائے گا۔ اور خارجہ بن زید کا حوالہ دینے کے بعد بہت سے دوسرے انصار کا نام لیا۔ میں مدینہ آیا اور ان تمام انصار سے حدیث سنی اور ان کے متعلق علم حاصل کیا۔[6]

تحصیل علم میں آپ کی محنت

آپ حصولِ علم حدیث میں انتھک محنت کرتے، اساتذہ سے حدیثیں سننے کے بعد ان کو مدوّن اور مرتب کرتے۔ اور ان کو یاد کرنے کے لئے ان کو دہراتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے ہم مجلس بعض علماء کے بیانات سے ہم اندازہ کر سکیں گے کہ وہ اس میدان میں کتنے حریص اور مشتاق تھے۔ ابو الزنادؒ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف حلال و حرام کی احادیث لکھا کرتے تھے لیکن ابن شہاب ہر قسم کی احادیث نوٹ کر لیتے تھے۔ جب ہمیں ایسی حدیثوں کی ضرورت محسوس ہوتی تو ہمیں پتہ چلا کر

[5] سیر اعلام النبلاء ۵/۳۲۹

[6] سیر اعلام النبلاء ۵/۳۳۱

زہریؒ ہم سے زیادہ عالم ہیں۔ ان کے پاس لکھنے کے لئے صحف اور سلیٹیں ہوتی تھیں جن میں وہ لکھتے تھے۔ اور ہم زہریؒ کا مذاق اڑایا کرتے تھے کہ یہ ہر چیز لکھ لیتا ہے [1]

ابراہیم بن سعدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ زہریؒ آپ سے علم میں فوقیت کیسے لے گئے ہیں ۔ تو فرمانے لگے کہ وہ ہمیشہ درسِ حدیث میں پہلی صفوں میں بیٹھتے اور ہر ایک سے احادیث دریافت کرتے ۔ مجلس ختم ہونے کے بعد انصار کے محلوں میں نکل جاتے ' وہاں جو جوان یا بوڑھا مرد یا عورت ملتا ، اس سے حدیث حاصل کرتے یہاں تک کہ پردہ نشین مستورات کے پاس بھی پہنچ جاتے ۔ اور علم کے متعلق سوال کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے [2]

امام زہریؒ علم کے حصول کے لئے ہر اس شخص کے دروازے پر گئے جہاں سے انہیں کوئی کرن نظر آئی ۔ اور اسے حاصل کرنے کے لئے آپ نے ہر حیلہ اختیار کیا ، فرماتے ہیں ۔

" میں اپنے اُستاد عبید اللہ بن عبد اللہ کے گھر کے کام بھی کیا کرتا تھا ، اور ان کے لیے پانی بھی بھر کر لایا کرتا تھا اور اگر کوئی کام نہ ہوتا تو دروازے پر بیٹھا رہتا ۔ عبید اللہ اپنی لونڈی سے پوچھا کرتے کہ دروازے پر کون ہے تو وہ کہتی کہ " غلامک الاعمش " یعنی آپ کا چندھا غلام [3] ، زہریؒ کی آنکھوں میں کچھ چندھا پن تھا اور لونڈی اسے غلام اس لیے کہتی تھی کہ وہ غلاموں کی طرح اپنے اُستاد عبید اللہ کی خدمت کرتے تھے ۔

یعقوب بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ زہریؒ عروہ سے

---

[1] کتاب المعرفۃ والتاریخ ۵/۳۳۳

[2] اسلام میں سنّت وحدیث کا مقام ۱/۱۹۷
تہذیب الاسماء واللغات ۱/۹۱

[3] البدایۃ والنہایۃ ۹/۳۴۳ ، سیر اعلام النبلاء ۵/۳۳۲

علم حاصل کرنے کے بعد جب واپس گھر آتے تو وہ اپنی لونڈی کو جو سو رہی ہوتی تھی اسے جگا دیتے اور اس کے سامنے احادیث بیان کرتے کہ فلاں محدث نے یہ کہا ہے اور فلاں نے یہ کہا ہے تو وہ لونڈی کہتی مجھے ایسی باتوں سے کیا واسطہ ہے ۔ امام زہریؒ فرماتے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپکے ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں اور سروکار نہیں لیکن میں نے یہ احادیث ابھی ابھی سُنی ہیں لہٰذا اس طریقہ سے میں ان کو یاد کرنے کے لئے تکرار کرنا چاہتا ہوں [1]　　(باقی)

---

[1] سیر اعلام النبلاء ۵/۳۳۴

سیر و سوانح

عبدالرشید عراقی (سوہدرہ)

علامہ سید سلیمان ندویؒ اور ان کے علمی و تاریخی کارنامے

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم صرف برصغیر پاک و ہند میں اپنے علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز ہی نہ تھے۔ بلکہ عالم اسلام میں بھی آپ کے علم و فضل، زہد و ورع اور تحقیق و تنقیح میں ممتاز تھے۔ عالم اسلام کی ممتاز شخصیتوں نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ برصغیر کی قومی و ملی تحریکات میں آپ نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی کا تعلق برصغیر کے صوبہ بہار سے تھا۔ اور صوبہ بہار برصغیر میں سیاسی، علمی، تعلیمی، ادبی، اور تہذیبی اعتبار سے دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں فوقیت رکھتا ہے اس صوبہ میں ممتاز علمائے حدیث نے جنم لیا۔ شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) مولانا محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۲۰ھ) مولانا رفیع الدین شکرانوی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا شرف الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۶ھ) مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) اسی صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کو بھی یہ شرف حاصل ہے۔ کہ آپ کا تعلق بھی صوبہ بہار سے ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی ۲۳ صفر المظفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء دیسنہ بہار میں پیدا ہوئے۔

مشیت الٰہی کو یوں ہی منظور ہوا کہ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۸۶ء کے درمیان پانچ سلیمان پیدا ہوئے ان پانچوں کو عظمت و شرف کے لیے چن لیا گیا۔ عمر کے تفاوت کے باوجود ایک ہی وقت میں سب کی شہرت عام ہو گئی۔ کوئی پختگی کی عمر کو پہنچ کر نمایاں ہوا۔ کوئی نو عمری ہی میں چمک اٹھا غرض آسمان شہرت پر آئے۔ تو کہکشاں بن کر۔

اولیت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور خاتمیت کا شرف علامہ سید سلیمان ندوی کو ملا۔

تفصیل بہ سن وفات اس طرح ہے

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری	۲۷ جولائی ۱۹۳۰ء (یکم ربیع الاول ۱۳۴۹ھ)
مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی	۵ مئی ۱۹۳۵ء (یکم صفر ۱۳۵۴ھ)
مولانا سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات علی گڑھ	۲۱ اپریل ۱۹۳۹ء (یکم ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)
سر شاہ سلیمان وائس چانسلر علی گڑھ	۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء (۱۴ صفر ۱۳۶۰ھ)
علامہ سید سلیمان ندوی۔	۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء (یکم ربیع الاول ۱۳۷۳ھ)

علامہ سید سلیمان ندوی نے ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ مولانا سید ابو حبیب (م ۱۹۲۶ء) سے حاصل کی۔ مولانا سید ابو حبیب مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) کے شاگرد تھے۔ ۱۸۹۹ء میں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ ندوہ میں آپ نے مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی (م ۱۹۰۹ء) مولانا مفتی عبداللطیف سنبھلی مراد آبادی (م ۱۹۱۹ء) اور مولانا حفیظ اللہ ندوی اعظم گڑھی (م ۱۹۴۳ء) سے جملہ علوم و فنون میں استفادہ کیا۔

۱۹۰۷ء میں ندوۃ العلماء سے فارغ ہوئے ۱۹۱۲ء میں مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) نے سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسٹاف میں شامل کیا۔ اور ۱۹۱۳ء میں مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) کے الہلال کے عملہ ادارت میں شامل ہوئے۔ اور آپ جتنا عرصہ تک الہلال میں رہے آپ کے کئی ایک علمی و تحقیقی مضامین الہلال میں شائع ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں دکن کالج پونہ میں فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہو گئے۔

جب دارالمصنفین کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ دکن کالج سے استعفیٰ دے کر مستقل طور پر اعظم گڑھ تشریف لے آئے۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں معارف کا اجرا عمل میں آیا۔ تو آپ اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۲۶ء تک آپ ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ ریاست بھوپال کے قاضی القضاۃ اور امیر جامعہ مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۴۹ء تک آپ کا قیام بھوپال میں رہا۔ جنوری ۱۹۵۰ء میں آپ کراچی تشریف لائے۔ اور حکومت پاکستان نے آپ کو اسلامی تعلیمی بورڈ کا صدر منتخب کیا۔ اور ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو آپ نے کراچی میں انتقال کیا۔

علمی و تاریخی کارنامے

علامہ سید سلیمان ندوی نے ۷۰ سال کی عمر پائی۔ ۱۹۰۷ء میں ندوۃ العلماء سے فراغت پائی۔ اور ۱۹۰۷ء ہی میں آپ نے مضمون نویسی کی ابتداء کی۔ ۴۶ سال میں آپ نے جو علمی، تاریخی، مذہبی اور تحقیقی مقالات اور اس کے ساتھ جو بلند پایہ علمی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ آپ کے علمی تبحر اور جلالت قدر کی گواہی دیتی ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی تصانیف کی تعداد ۱۹ ہے۔ آپ اپنے دور کے اردو زبان کے سب سے بڑے مصنف تھے۔ مختلف موضوعات پر ضخیم کتابیں لکھیں اور سارے ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔

سید صاحب کی تصانیف پر پروفیسر رشید احمد صدیقی (م ۱۹۷۷ء) نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے! لکھتے ہیں!

سید صاحب کی تصانیف اور مقالات پر تبصرہ مقصود نہیں ہے۔ یہ کام بڑا طویل اور مشکل ہے۔ اور ایک آدمی کے بس کا بھی نہیں۔ کہنا یہ ہے۔ کہ علمی تدقیقات کے جدید طریقوں سے ناآشنا ہونے کے باوجود اس کے آداب سید صاحب اپنی تصانیف میں بڑی خوبی اور پابندی سے ملحوظ رکھتے تھے۔ مستند حوالے کہاں کہاں سے فراہم کرتے تھے اور تقسیم ابواب، ترتیب مضامین میں کس سلیقہ سے کام لیتے تھے کہ معمولی سے معمولی طالب علم بھی پوری تحقیقات سے پورے طور پر آشنا ہو جاتا تھا۔

سید صاحب کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ اور ذہن بڑا مرتب تھا۔ اُن کے ذہن میں تنقیحات بڑی واضح اور مکمل ہوتی تھیں۔ کام کی باتیں ضخیم سے ضخیم کتاب اور پیچیدہ سے پیچیدہ بحث سے جلد اخذ کر لیتے تھے۔ اور اس کا صحیح مقام دینے میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اپنے ذخیرہ معلومات کی فہرست اتنی ہی واضح اور مکمل رکھتے تھے جتنی کسی اچھی لائبریری کی فہرست جو جدید ترتیب کے اصولوں پر مرتب کی گئی ہے۔[1]

علامہ مرحوم کی تصنیفات پر تبصرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ آپ کی تصنیفات کی مکمل فہرست درج کر دی جائے!

۱۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ مجلدات
لغات جدیدہ، دروس الادب[3]، ارض القرآن ۲ جلد،
حیات امام مالکؒ[5]، اہل السنۃ والجماعت[6]،
مسلمانوں کے عہد میں ہندؤوں کی ترقی[7]،
خطبات مدارس[8]، سیرۃ عائشہؓ[9]، عرب و ہند کے تعلقات[10]،
عربوں کی جہاز رانی[11]، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم[12]، نقوش سلیمانی[13]، حیات شبلی[14]، یاد رفتگاں[15]، برید فرنگ[16]، مقالات سلیمان ۲ جلد

۱۔ معارف سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء

تذکرہ علمائے اہلحدیث — مولانا محمد عبید اللہ خاں عفیف ۔ لاہور

مولانا محمد حسین بلوچ حفظہ اللہ

میانہ قد ۔ سانولی رنگت ، اصلع پیشانی ، خوبصورت ناک ، سیاہ آنکھیں جن میں شب زندہ داری کے سرخ سرخ ڈورے پڑے ہوئے ، سیدھی مانگ والے سیاہ و سفید بال ۔ لمبا اور ڈھیلا ڈھالا سفید لباس ، مگر تہبند ٹخنوں سے اٹھا ہوا ، کپڑے کی ٹوپی پر سفید دستار ، گفتار میں حلاوت ، لہجہ میں رزانت ، آواز میں دھیما پن ، مزاج کے لحاظ سے بے تکلف اور بے باک ، سادہ بود و باش اور سلفی اندازِ فکر ، یہ ہیں ہند و پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے ایک گوشہ نشین عالم دین اور راقم الحروف کے والد بزرگوار مولانا محمد حسین بلوچ حفظہ اللہ تعالیٰ ۔

مقام ولادت

آپ موضع کٹی بلوچاں علاقہ منڈی گرد ہرسہائے تحصیل مکتسر ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے ۔ تاریخ ولادت نامعلوم

خاندان اور آباء و اجداد

محمد حسین بن مولانا الحاج محمد اسمٰعیل بن میاں محمد امین خاں بن پنوں خاں بن میاں محمد عظیم خان بن رستم خان بن غریب نواز خان رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

آپ کا خاندان میر جلال خان بلوچ رحمہ اللہ کے منجھلے صاحبزادے میر جاتن خان رحمہ اللہ کی اولاد ہونے کے ناطے سے جتوئی بلوچ کہلاتا ہے ۔ آپ کے والد الحاج مولانا محمد اسمٰعیل خاں جماعت اہلحدیث مشرقی پنجاب کے بڑے جید اور مقتدر عالم دین اور سہارنپور دیوبند اور دہلی کے مشہور مدارس دینیہ سے فارغ التحصیل تھے اور شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ محدث پرتاپ گڑھی ثم دہلوی رحمہ اللہ سے سند اجازت رکھتے تھے ۔ ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب کی بلوچ برادری انہی کی تبلیغ اور مساعی جمیلہ سے سلفی العقیدہ بنی تھی ۔

آپ کے دادا میاں محمد امین خان رحمہ اللہ اگرچہ معروف اصطلاح کے مطابق کوئی بڑے عالم دین تو نہ تھے ، تاہم بڑے خوش اخلاق ، کم گفتار ، سلفی العقیدہ ، متبع سنت ، زہد و ورع کے پیکر ، شب زندہ دار اور تلاءً للقرآن بزرگ تھے ۔ تلاوت قرآن مجید تو ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی حتیٰ کہ ہل چلاتے اور دوسرے کام کاج کرتے وقت بھی تلاوت قرآن کے ساتھ رطب اللسان رہتے تھے ۔ گویا ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے ترے فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

اسی طرح آپ کے تیسرے دادا میاں محمد عظیم خان رحمہ اللہ بھی بڑے مستجاب الدعوات ، صاحب کرامت اور مرجع خلائق حنفی العقیدہ بزرگ تھے ۔

تعلیم و تربیت

گھر میں پہلے سے علمی ماحول موجود تھا ۔ اس لیے آپ نے مکتبی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی ۔ پہلے اپنے دادا میاں محمد امین خاں سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا ۔ پھر کریما ، نام حق ، شیخ عطار ، تحفہ نصائح ، گلستان سعدی اور بوستاں اور فقہ محمدیہ وغیرہ کتب اپنے والد بزرگوار مولانا محمد اسمٰعیل خاں سے پڑھیں ، لیکن چونکہ والد بزرگوار وعظ و تبلیغ اور نجی کام کاج کی وجہ سے گھر سے غیر حاضر رہنے لگے تھے اور یوں تعلیم کا سلسلہ قائم نہ رہتا تھا ، اس لیے آپ حافظ عبدالمنان آف ساہیوال کے والد محترم جناب مولانا عبد اللہ شہید ساکن موضع کھپیانوالی ضلع

؎ ان کے حالات و سوانح راقم کے قلم سے ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۳ شمارہ ۴۳ مجریہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ و شمارہ ۴۴ مجریہ ۴ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں دو قسطوں میں طبع ہو چکے ہیں ۔ عفیف

فیروزپور کے مدرسہ نصرۃ الاسلام میں جاکر داخل ہو گئے۔ وہاں پوری صرف ونحو، شافیہ، کافیہ تک، بلوغ المرام، مشکوٰۃ المصابیح اور سنن ابن ماجہ مولانا عبداللہ صاحب سے اور سکندر نامہ، زلیخا، قدوری اور کنز الدقائق ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمدؒ سے پڑھیں۔

ازاں بعد حصول تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے۔ اور شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے مشہور مدرسہ نذیریہ میں داخلہ لے لیا۔ چنانچہ وہاں مولوی تاج دین بریلوی حنفی سے کتب منطق، مختصر المعانی اور سراجی کا درس دیا اور مولوی رؤف الحسن دیوبندی حنفی سے شرح وقایہ، ہدایہ اور نور الانوار وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس وقت یہ دونوں بزرگ مدرسہ نذیریہ میں مدرس تھے۔

جامع الترمذی، سنن ابی داؤد، الصحیح للامام مسلم، شرح جامی اور جلالین نصف اول۔ مولانا محمد یونس دہلوی ثم کراچویؒ سے پڑھیں، اور جلالین نصف آخر مولانا احمداللہ محدث پرتاپ گڑھی ثم دہلوی سے پڑھ کر ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پھر جماعت اہل حدیث ہند و پاک کے مفتی اور محدث شہیر جناب مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلویؒ سے صحیح بخاری پڑھ کر سند اجازت حاصل کی۔ صحیح بخاری کا امتحان مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی نے لیا تھا اچھے نمبروں میں پاس ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی جانب سے تقریب التہذیب، کتاب الوسیلۃ لابن تیمیہ اور الحزب المقبول بطور انعام حاصل کیں۔

تقلید شخصی اور خانماں بربادی

نہ جانے تقلید شخصی کے بندھنوں کی وجہ سے آج تک کتنے ہنستے کھیلتے آباد گھر ویران ہو چکے ہیں۔ ان کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اباجی بھی بیان کرتے ہیں کہ میں جن دنوں مدرسہ نذیریہ میں زیر تعلیم تھا، تو میرے اُستاد محترم مولوی تاج دین بریلوی حنفی نے غریبی بیاچاقی اور باہمی عدم موافقت کی وجہ سے تنگ آکر اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دے ڈالیں۔ غصہ فرو ہونے پر کف افسوس ملنے لگے۔ مولانا رؤف الحسن دیوبندی اور احقر نے ان کو حدیث ابن عباس پر عمل کا مشورہ دیا کہ حدیث ابن عباس کے مطابق ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے۔ آپ شرعاً رجوع کر سکتے ہیں۔ مگر ان کے دماغ میں خمر تقلید کی مستی سما چکی تھی۔ فرمانے لگے بھائی اب تو حلالہ کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا۔ بالآخر انہوں نے ایک اہلحدیث طالب علم کے ساتھ اپنی مطلقہ بیوی کا اس شرط کے ساتھ نکاح کر دیا کہ چند دنوں کے بعد وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔ تاکہ مولوی صاحب اس سے دوبارہ نکاح کر سکیں اور تخلیہ اور زفاف کے لئے اس نئے جوڑے کو اپنے گھر کی چابیاں بھی سنبھال دیں۔ اور خود میرے حجرے میں قیام کرنے لگے۔ اس نئے جوڑے کی آپس میں اتنی گاڑھی چھنی کہ وہ طالب علم اپنی بیوی کے اصرار پر نہ صرف راولپنڈی چلا آیا بلکہ جاتے وقت یہ جوڑا مولوی صاحب موصوف کے گھر کا تمام زیور اور مبلغ ڈیڑھ ہزار روپیہ بھی لے گیا اور مولوی صاحب سر پیٹ کر رہ گئے۔

فراغت کے بعد

حصول تعلیم سے فراغت کے بعد شہر لدھیانہ میں میاں غفور علی کے مدرسہ رحمانیہ میں مدرس اور خطیب مقرر ہوئے۔ اور وہاں دستور المبتدی۔ مراح الارواح۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ سنن ابن ماجہ اور جامع ترمذی وغیرہ موقوف علیہ کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ پھر حافظ محمد موسیٰ اوڈ کی ترغیب اور فرمائش پر چک $\frac{99}{2-5}$ ر متصل منڈی ہارون آباد چلے آئے۔ یہ گاؤں اوڈ برادری نے نیا نیا آباد کیا تھا۔ وہاں نہ صرف جماعت اہلحدیث نہ تھی۔ بلکہ اس گاؤں میں ابھی مسجد بھی تعمیر نہ ہوئی تھی۔

اللہ تعالےٰ کا نام لے کر دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دیا۔ تھوڑے سے وقت میں جامع مسجد پختہ تعمیر کرا دی اور اس نواح میں مسلک اہل حدیث کا چرچا بھی پھیل گیا۔ وہاں پونے دو برس کام کرنے کے بعد پھر اپنے گاؤں میں واپس آگئے اور اپنے والد محترم کے چھوٹے سے دینی مدرسہ میں تدریس میں مشغول ہو گئے اور روزگار کے لیئے ایک چھوٹی سی دکان کھول لی اور کئی برس یوں رہا کئے۔ پھر موضع ہیڈی والا کے زمیندار اپنے گاؤں لے گئے۔ اور وہاں دو برس امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ہجرت

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی تشکیل پر ہجرت کرکے چک ۵۳۱ گ ب ضلع فیصل آباد میں آکر آباد ہوگئے۔ اور اس وقت سے لے کر تا ایں دم اپنے گاؤں کی مسجد اہل حدیث کے خطیب چلے آرہے ہیں۔ اور مسلک اہلحدیث کی تبلیغ و ترویج میں جتے ہوئے ہیں اور لوجہ اللہ کام کر رہے ہیں

سیرت اور کردار

اپنے گاؤں میں قیام کے دوران اپنے والد بزرگوار مولانا محمد اسماعیل کے معاون بن کر مسلک اہل حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں مقدور بھر کوشاں رہے جس کی وجہ سے نہ صرف اس علاقہ میں شرک و بدعت اور تقلید کے بندھن ٹوٹ ٹوٹ گئے۔ بلکہ جماعت اہلحدیث کے قدم بھی مستحکم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے موضع موٹھانوالہ۔ موضع رنجیت گڑھ۔ چک ندھانہ۔ چک بوڑھا۔ موضع مہنتاں والا۔ موضع ملہ والی۔ موضع اڑئیاں والہ۔ جھگیاں سروپ سنگھ۔ موضع جھب لٹی اور منڈی گرو ہر سہائے ضلع فیروزپور کے بہت سے مواضع میں از سرنو نماز جمعہ پڑھی جانے لگی۔ جب کہ اس سے پہلے کبھی بھی ان مواضع میں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی تھی کہ ان مواضع کی آبادی حنفی مسلک کی حامل چلی آ

اطلاعات و اعلانات

وفیات

۱۔ میرے برادر حاجی الحرمین حکیم مولوی ابونعیم عبدالکریم اعوان ولد حاجی ابراہیم اعوان (مصنف نماز نبویؐ ترجمہ پنجابی اشعار) چک نزد واں رادھا رام والے طویل علالت کے بعد مورخہ ۷ نومبر ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے (سوگواران: ملک محمد علی اعوان واہل خانہ۔ احمد نگر پتو کی (قصور)

۲۔ گنری شہر ضلع تھرپارکر کے عظیم سماجی رہنما اور محمدی مسجد اہل حدیث کے بانی ومہتمم چوہدری محمد ابراہیم صاحب ۲۴ اکتوبر بروز جمعہ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قارئین مرحوم کے لئے مغفرت کی دعا کریں (محمد خالد راسخ خطاب محمدی مسجد اہلحدیث کلری تھرپارکر سندھ)

۳۔ جماعت اہلحدیث طارق آباد فیصل آباد کے ناظم اور جماعت کے مشہور عالم دین حاجی محمد علی صاحب مرحوم المعروف (مؤمن) ۱۰ اکتوبر بروز جمعہ ا[illegible]ک نماز ادا کرتے ہوئے سجدہ کی حالت میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نہایت عابد وزاہد، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور جماعت کے فعال کارکن تھے۔ قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (شریک غم: مولانا محمد رمضان قاسمی خطیب جامع مسجد اہلحدیث گلی نمبر ۱۴ طارق آباد۔ فیصل آباد)

۴۔ دارالحدیث راجووال کے بانیوں میں سے السابقون کے ایک فرد جناب الحاج محمد قاسم صاحب ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی صاحب مرحوم نے ایک سال تک اپنی جیب خاص سے ایک استاد کی تنخواہ دی۔ وہ دارالحدیث کی دیگر خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ باوجودیکہ معمر تھے۔ تہجد، اشراق، ضحیٰ کے علاوہ روزانہ دس پارہ کی منزل تھی۔ خدا تعالے مرحوم کی بال بال بخشش فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

اسی طرح چند روز قبل حاجی محمد اسحاق صاحب ولد حاجی محمد اسماعیل مرحوم مدرسہ کے اہم ترین رکن اور میرے عزیز ثناء اللہ ولد محمد اسماعیل جو کہ دارالحدیث کے نمائندے تھے۔ خدا تعالےٰ کو پیارے ہو گئے۔ احباب سے گذارش ہے کہ سب مرحومین مخلصین کا جنازہ غائبانہ ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں (مولانا محمد یوسف دارالحدیث راجووال)

۵۔ جامع مسجد اہلحدیث طارق آباد کے ناظم الحاج محمد علی مومن گذشتہ روز مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر ۷۲ برس تھی۔ قیام پاکستان کے بعد کھڈیاں (ضلع قصور) میں ہیڈ ماسٹر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے کئی مسجدیں بنائیں۔ اور مدرسے قائم کئے۔ مرحوم شب خیز، نیک دل، مہمان نواز اور بہت نرم مزاج تھے اکثر وقت مسجد میں گزارتے تھے۔ احباب اور ان کے شاگردوں کے لئے ان کی وفات ایک عظیم صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں سے درگذر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین (قاری محمد ہارون طاہر مدرس اور مؤذن جامع مسجد اہلحدیث گلی ۱۴ طارق آباد۔ فیصل آباد)

۶۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ضلعی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد شریف صاحب بدر آف جرج آرائیاں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ایک تبلیغی جلسہ سے واپسی پر ظفروال کے قریب

بس کے حادثہ میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مولانا بدر صاحب کی وفات سے جماعت اہل حدیث میں
ایک بڑا خلا محسوس ہو رہا ہے ان کی وفات پر ملک اور
بیرون ملک سے قراردادیں اور خطوط موصول ہو رہے ہیں
ہم ان سب احباب کے شکر گزار ہیں۔ تمام قارئین والد محترم
کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ (حافظ محمد اشرف بن
مولانا محمد شریف بدر مرحوم)

تبلیغی اجتماعات

جمعیت شبان علمائے اہل حدیث کے تحت مندرجہ
ذیل مقامات پر تبلیغی جلسے ہوں گے۔

۱۔ ۳۰ نومبر ۸۶ء بروز اتوار جامعہ عزیزیہ فرید گنج ساہیوال
مولانا محمد عبد اللہ بدر صاحب اور دیگر علماء تقریر فرمائیں گے۔

۲۔ ۵ دسمبر ۸۶ء ماچھیکے ضلع شیخوپورہ
مولانا عطاء اللہ طارق اور دیگر علماء تقریر فرمائیں گے۔

(جمعیت شبان علمائے اہلحدیث پنجاب۔ گگو منڈی)

تبلیغی پروگراموں کا اہتمام

ہماری بزم اہلحدیث تبلیغی پروگراموں کا اہتمام کرتی ہے۔ لاہور
میں خصوصاً اور دیگر اضلاع میں عموماً تبلیغی پروگرام کی جہاں
ضرورت ہو جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ میں فون ۲۷۲۸۸۱
پر مدیر مرکز اللغۃ سے رابطہ کریں۔ علماء کرام اور بزم اہلحدیث
کے کارکن وہاں پہنچیں گے (عبدالرزاق یزدانی، مدیر مرکز اللغۃ
جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور)

ٹیلیفون نمبر

جامعہ ابی ہریرۃ الاسلامیہ (مدرسہ محمدیہ) رینالہ خورد میں
الحمد للہ فون نصب ہو چکا ہے۔ جس کا نمبر ۱۷ ہے احباب
رابطے کے لئے اسے استعمال کریں۔ شکریہ (حفظ الرحمن لکھوی)

جامعہ تعلیم القرآن والحدیث سکھر میں داخلہ

جماعت اہلحدیث کے لئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی
کہ صوبہ سندھ کے مرکزی شہر کی دینی درسگاہ جامعہ تعلیم القرآن
والحدیث میں بیرونی (مسافر) طلباء کی رہائش، خورد و نوش
تعلیم و تربیت کے بہترین انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ اپنی
اولاد کو دینی تعلیم دلانے کے خواہشمند حضرات جلد از جلد ہم
سے رابطہ قائم کریں (حافظ محمد سلیمان مہتمم جامعہ تعلیم القرآن
والحدیث مارچ بازار سکھر)

رسالہ رفع الیدین مفت حاصل کریں

مولانا حکیم عبدالرحمن خلیق خطیب جامع مسجد رحمانیہ
بدوملہی کا معروف اور مقبول کتابچہ "رفع الیدین" نہایت قلیل
مدت میں تیسری بار طبع ہو کر تقسیم ہو رہا ہے۔ شائقین ۴۰ پیسے
کے ڈاک ٹکٹ برائے محصول ڈاک ارسال کر کے ذیل کے پتہ
سے مفت حاصل کریں (طاہرہ حیدر بٹ گلی ۵-۶ مکان ۱۸
کرم بخش پارک صدیقیہ کالونی کھوکھر روڈ بادامی باغ۔ لاہور

اپیل

ہمارے شعبہ تبلیغ کے تحت ضلع تھرپارکر
میں جماعت کی مساجد کی معرفت دور دراز
علاقوں میں دینی کتب اور تبلیغی لٹریچر مفت تقسیم کیا جاتا ہے
اہل خیر حضرات سے اپیل ہے اس کار خیر میں دامے درمے
تعاون فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ کراچی کے احباب
ڈاکٹر عبدالجبار صاحب امیر مرکزی انجمن اہلحدیث مجاہد کالونی
کراچی کی معرفت تعاون فرمائیں (ناظم منظور احمد سلفی
شعبہ تبلیغ قرآن وحدیث (السلفیہ) محمدی مسجد اہلحدیث
(نئی پاڑہ) میرپور خاص)

انتخابات

۱- طلبا مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ - لاہور

صدر: حافظ مدثر عتیق - جنرل سیکرٹری: حافظ صفی اللہ ساجد

۲- اہل حدیث یوتھ فورس شمالی لاہور

سرپرست: حاجی محی الدین ساجد

صدر: حافظ قاری عبدالمتین اصغر

نائب صدر: حافظ قاری منیر احمد، ملک نصیر احمد، ملک لیاقت علی

جنرل سیکرٹری: شیخ محمد نعیم بادشاہ، جائنٹ سیکرٹری: شیخ محمد ارشد

فنانس سیکرٹری: عبدالرحمان ہمایوں۔

سیکرٹری اطلاعات: حاجی عبداللطیف اوپل

میاں محمد عالم صاحب پٹی والے وفات پا گئے

جماعتی حلقوں میں یہ خبر حزن و ملال سے سنی جائے گی کہ ۱۶ نومبر بروز اتوار بعد نماز عصر جماعت ... کے محترم بزرگ میاں محمد عالم صاحب پٹی والے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا...

میاں صاحب مرحوم مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے بانی ارکان میں سے تھے، نہایت پارسا، متقی، مرنجاں مرنج، اور جماعتی کاموں کے لئے نہایت مخیر تھے۔ ان کی وفات ان کے اعزا و اقارب کے علاوہ پوری جمعیت کے لئے رنج و غم کا باعث ہے۔ ادارہ الاعتصام میاں صاحب مرحوم کی وفات پر مرحوم کے صاحبزادگان میاں عبدالرشید، میاں عبداللطیف میاں عبدالرؤف اور رستم پارک و اسلامیہ پارک کی جماعت سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے رفع درجات اور پسماندگان و جماعت کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

(محمد سلیمان انصاری)

۳- اہلحدیث یوتھ فورس بھریا روڈ، سندھ

سرپرست: ملک محمد اقبال، صدر: سعید احمد فاروقی

نائب صدر: حاجی اسلام دین، جنرل سیکرٹری: حبیب الرحمن

جوائنٹ سیکرٹری: ملک محمد طارق، سیکرٹری نشر و اشاعت: نور العین

رابطہ سیکرٹری: محمد افضل جاوید۔

سیکرٹری مالیات: ملک محمد اقبال

۴- جمعیت طلبا اہلحدیث جامعہ تجوید القرآن محلہ اسلام پورہ چوک بھنگاں (قصور)

امیر: حافظ ضیاء اللہ۔ نائب امیر: حافظ سراج خالد

ناظم: عبدالمجید عثمانی۔ نائب ناظم: محمد مصطفےٰ

خازن: حافظ محمد صدیق: ناظم نشر و اشاعت: عبدالتواب شاکر

PHONE 54406 WEEKLY **AL-AITISAM** LAHORE RL NO. 5523